

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نورافشاں

پادری غلام مسیح صاحب } اسسٹنٹ ایڈیٹر
میکلوڈ روڈ ۔ لاہور

پادری ڈبلیو۔ جے۔ کلارک صاحب } منیجر
ایم۔ اے۔ ایمپرس روڈ ۔ لاہور

جملہ خط وکتابت وترسیل زر بنام منیجر صاحب نورافشاں ہونا چاہیئے تمام مضامین واشتہارات وغیرہ برای اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کرکے دفتر نورافشاں میکلوڈ روڈ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا کریں ۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۵ ۔ ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ ۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء ۔ نمبر ۲

داغِ مفارقت پادری آر۔ ایچ کارٹر صاحب مرحوم

اُس نے اپنی دوڑ کو ختم کیا

قریب بیس پچیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ مرحوم نے پہلے پہل کرسچن فورمن کالج میں آکر اپنی خدمت شروع کی ۔ چند سال اس خدمت کو بڑی خوبی اور نیک اسلوبی سے انجام دیکر بشارتی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے ۔ چنانچہ لاہور چھوڑ کر فیروزپور آبسے ۔ اور پادری جے ۔ این ہالنڈ صاحب مرحوم کے ساتھ ملکر کام کرنے لگے ۔ اس وقت ہالنڈ صاحب نے ایک چھوٹا سا مدرسہ دیہاتی کاشتکاروں کو تیار کرنے کیلئے فیروزپور میں جاری کیا جسکو وہ چھوٹے انبیا کا سکول کہتے تھے ۔ کارٹر صاحب مرحوم نے جب دیہات کا دورہ کیا تو انکو معلوم ہوا کہ اس سکول کے لئے یہ جگہ موزوں نہیں ہے کوئی ایسی جگہ ہو جو دیہات سے بہت کچھ ملتی جلتی ہو ۔ اور اسی عرصہ میں مسٹر ہالنڈ کے ساتھ موگے کی سرزمین کو جو ویران اور بنجر پڑی تھی آدیکھا ۔ دونوں خدا کے بندوں کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ یہ جگہ ہماری خدمت کے لئے بہت ہی مناسب اور موزوں ہے چنانچہ مئی ۱۹۱۱ء میں وہ سکول ہمکو فیروزپور سے موگے لے آئے ۔ اس کے کچھ عرصے بعد مسٹر ہالنڈ اپنی خدمت کو انجام دیکر ابدی آرام میں داخل ہوگئے اور خدمت کا یہ بوجھ مسٹر کارٹر کے کاندھوں پر آپڑا ۔ انہوں نے کمال تندہی ۔ جانفشانی اور محنت سے اس کام کو انجام دینے کا بیڑا اُٹھایا ۔ اور موگے کے ریگستان میں ایک سرسبز باغ اور کلیسیا کی بنیاد رکھی اور سکول ہمکو انکی نگرانی میں دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا گیا ۔ مدرسہ جسکو انہوں نے چند طلبا سے شروع کیا تھا ۔ آج قریب ڈیڑھ سو طلبا کا شمار رکھتا ہے ۔ مسٹر کارٹر کا خیال تھا کہ اس مدرسے سے ایسے ایسے گریجوایٹ نکلیں ۔ جو دیہی کلیسیا میں سرگرم محنتی اور خود انکار کارندے ہوں ۔ انکا دلی مقصد یہی تھا کہ دیہاتی کلیسیا اپنے پاؤں پر خود کھڑی ہو اور اپنا بندوبست خود کرنے والی ہو ۔ اُن کا یہ بھی خیال تھا کہ اس کے لئے ایسے ایسے اُستاد ہوں جو ہر قسم کی محنت اور مشقت کے عادی ہوں ۔ چنانچہ سکول میں ایسے طلبا لئے گئے ۔ جنکو کسی قسم کی محنت اور مشقت سے انکار نہ ہوا اور جو دیہات میں جاکر اپنے مسیحی بھائیوں کی ہر طرح سے امداد کرنے کے قابل ہوں مخفی نہ رہے کہ اس سکول کا طریقۂ تعلیم پراجیکٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ پراجیکٹ طریقہ مسٹر کارٹر مرحوم کی زندگی کا ایک اعلےٰ دستور العمل تھا ۔ اُن کی زندگی کا پراجیکٹ موگا سکول اور چرچ تھا ۔ اس پراجیکٹ میں اُنہوں نے ہر طرح کی محنت وسرگرمی سے کام لیا چنانچہ موگا آج اس بات کی زندہ گواہی ہے ۔ علاوہ ازیں مرحوم نے اس سکول میں ایک سکیم بنام سیلف ہلپ سکیم طلبا میں شروع کی جسکا مقصد یہ تھا کہ ہر ایک طالب علم خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور اپنی تعلیم اور پرورش کی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھاوے ۔ یہ طریقہ نہ صرف مشن ہی میں معقول وپسندیدہ ٹھہرا بلکہ آج پنجاب کے محکمۂ تعلیم کے اعلےٰ افسر وگورنران پنجاب اس بات کو تسلیم کرچکے ہیں کہ موگا سکول قابلِ نمونہ ہے اور اس کا سہرا مسٹر کارٹر کے سر پر بندھا ہے ۔

ہم یہ بات کہنے کے لئے تیار ہیں کہ مرحوم ایک دُور اندیش ۔ خود انکار ۔ ہمدرد اور ہر ایک کام کی پختہ بنیاد رکھنے والا شخص تھا ۔ موگا مشن کمپونڈ کے نقشے اور زمین کی کاشتکاری وآبادی کی تجاویز اُن کے دل میں ہمیشہ موجزن رہتی تھی مشتے نمونہ از خروارے ۔ آپ صرف ایک منٹ کے لئے موگا سمٹری (قبرستان) کا ملاخطہ فرمائیں ۔ جو اپنی قسم میں نہایت اعلےٰ اور سادہ کام ہے جسکو وہ خداوند کی سرزمین کہتے تھے اور جس میں آپ بھی نہایت سادگی کے ساتھ ستائیسویں دسمبر ۱۹۲۶ء کو اپنے کچے گھر میں جا بسے ۔ جب تک کہ اُن کا خداوند نہ آوے ۔

اُنہوں نے اس ریگستان کو حقیقت میں ایک نخلستان بنا دکھایا ۔ جس میں وقت بوقت اور بندگانِ خدا ہیں جو آج اس نخلستان کو دیکھ رہے ہیں اگرا پنی اپنی خدمت انجام دیتے رہے مثلاً ڈبلیو۔ جے کلارک ۔ جے ۔ ڈی جیوز ۔ الیف ۔ جے ۔ نیوٹن ۔ ڈبلیو جے مکی ۔ ڈی ۔ اے کوپ تین اے ۔ ای ہارپر ۔ سی ۔ ایچ لولس جو آجکل اس نخلستان کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہیں ۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی کلیسیا کو کارٹر جیسے شخص کی تاحال بڑی ضرورت ہے

کا تسلیم خدا کی کار ہندوستانی کلیسیا کو دیدے۔

ان کی خدمت کا کل عرصہ ہو گئے ہیں پندرہ سال کا ہوتا ہے۔ جس میں سے وہ آٹھ برس تک بہ سبب اپنی بیماری اور خاندانی تکالیف سے اس جگہ سے غیر حاضر رہے۔ مگر ہوگا ہر وقت اُن کے دل میں ایک خاص اور بڑی جگہ رکھتا تھا جس کے لئے وہ ہمیشہ نئی نئی تجویزیں سوچتے رہتے تھے۔

ان کے دل میں آخری اور اعلےٰ خیال یہ تھا کہ دیہاتی تعلیم دیسی دیہاتی کلیسیا کو اُٹھانے کے لئے ایک لازمی امر ہے۔ جب تعلیم خاطر خواہ ہوگی تو کلیسیا خود بخود اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائیگی اور اس بات کی طرف آج گورنمنٹ عالیہ کی بھی خاص توجہ ہے۔ کیا آج یہ اپیل تمام مشنری اور دیسی کارندوں کے لئے ایک خاص بلاہٹ نہ ہوگی۔

آخری دفعہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں سخت بیماریوں کے بعد عارضی صحت حاصل کر کے پھر ہوگے میں تشریف لے آئے۔ اس جگہ پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنے ملک اور اور عزیز و اقارب کے لئے آخری جدائی تھی۔ جو ۱۹۲۶ء ہی میں ہمیشہ کے لئے ٹھہری جب تک کہ ہم پھر آسمان پر ملیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا اُن کے بزرگ والد اور دیگر خویش و اقارب کو صبر جمیل اور کامل تسلی بخشے۔ ہم دل سے اُن کے ساتھ ہمدرد ہیں۔

ایس۔ جے

نئے سال کیلئے کلام الٰہی سے چند ہدایتیں

میں صرف ان ہی کے لئے درخواست نہیں کرتا بلکہ اُن کے لئے بھی جو ان کے کلام کے وسیلے سے مجھ پر ایمان لائینگے تاکہ وہ سب ایک ہوں۔ یعنی جس طرح اے باپ تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں وہ بھی ہم میں ایک ہوں اور دنیا ایمان لائے کہ تو ہی نے مجھے بھیجا اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے میں نے انہیں دیا ہے تاکہ وہ ایک ہوں جیسے ہم ایک ہیں۔ یوحنا ۱۷: ۲۰-۲۱-۲۲۔ میں تمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ کہ جیسے میں نے تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ اگر آپس میں محبت رکھوگے تو اس سے سب جانینگے کہ تم میرے شاگرد ہو۔ یوحنا ۱۳: ۳۴-۳۵۔

اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری امانت کی اُس دن تک حفاظت کر سکتا ہے اور مجھے اس بات کا بھروسا ہے کہ جس نے تم میں نیک کام شروع کیا ہے وہ اُسے یسوع مسیح کے دن تک پورا کریگا۔ فلپیوں ۱: ۷۔

اے بھائیو۔ میرا یہ گمان نہیں کہ پکڑ چکا ہوں۔ بلکہ صرف یہ کرتا ہوں کہ جو چیزیں پیچھے رہ گئیں اُن کو بھول کر آگے کی چیزوں کی طرف بڑھا ہوا۔ نشان کی طرف دوڑا ہوا جاتا ہوں تاکہ اس انعام کو حاصل کروں جس کے لئے خدا نے مجھے مسیح یسوع کی معرفت اُوپر بلایا ہے۔ فلپیوں ۳: ۱۳-۱۴۔

تم بھی ایسے ہی دوڑو تاکہ جیتو اور ہر پہلوان سب طرح کا پرہیز کرتا ہے۔ وہ لوگ تو مرجھانے والا سہرا پانے ... کے لئے یہ کرتے ہیں۔ مگر ہم اس سہرے کے لئے جو نہیں مرجھاتا۔ ا کرنتھیوں ۹: ۲۴-۲۵۔

اور ایمان کے بانی اور کامل کرنے والے یسوع کو تکتے رہیں جس نے اس خوشی کے لئے جو اُس کی نظروں کے سامنے تھی۔ شرمندگی کی پروا نہ کر کے صلیب کا دکھ سہا اور خدا کے تخت کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ عبرانیوں کا خط ۱۲: ۲۔

راقم۔ این سالمن گجیلیو۔

نیلی بار کالونی پاکپٹن

عرصہ چند سالوں سے۔ یعنی جب سے یہ نئی نہر پاکپٹن میں تیار ہو رہی ہے نیلی بار پاکپٹن کی زمین کے متعلق اکثر لوگ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہم سے دریافت کرتے رہتے ہیں اور ان دنوں میں جبکہ زمین جابجا تقسیم ہو رہی ہے ہمارے پاس بہت چٹھیات آتی رہتی ہیں جن کا اکثر اوقات فرداً فرداً جواب دینے سے ہم قاصر رہتے ہیں۔ اس لئے جو صاحبان نیلی بار کالونی پاکپٹن کی زمین کے متعلق بندہ سے یا پادری جے۔ ڈبلیو۔ رنسن صاحب یا پادری جمیل الدین صاحب سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ ذیل کی باتوں کو بھی ذرا ملاحظہ فرما دیں۔

۱۔ اگر کوئی شخص نیلی بار کالونی پاکپٹن کی زمین کے متعلق ہمارے ساتھ خط و کتابت کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ خط و کتابت کرتے وقت ایک آنہ کا ٹکٹ ہمراہ خط روانہ کرے۔ کیونکہ اب تک جتنے خطوط ہم کو آتے رہتے ہیں اُن کے ساتھ ایک آنہ ٹکٹ جواب کے لئے نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر خطوں کا جواب نہیں دیا جاتا۔ جس سے ہمارے دوستوں کو مایوس ہونا پڑتا ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص نیلی بار کالونی پاکپٹن کی زمین کے متعلق ہم آکر کسی خاص بات یا خاص ٹکڑا زمین کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے آنے کی اطلاع آنے سے پیشتر دیوے۔ کیونکہ آجکل اکثر اوقات ہم لوگ دورے میں ہونگے۔

۳۔ اگر کوئی شخص بٹائی پر زمین لینی چاہتا ہے اور انتظام ہماری معرفت کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہم سے دریافت کر سکتا ہے۔ کیونکہ فی الحال ان لوگوں کے لئے جو دیگر علاقوں سے آتے ہیں بٹائی پر زمین لیکر دینے کا ہم لوگ انتظام کر رہے ہیں۔ کیونکہ فی الحال کوئی اور انتظام نہیں ہو سکتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی رئیس جسکو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے نیلی بار کالونی پاکپٹن میں زمین ملی ہو یا کوئی

دیکھو ص۱۱

نور افشان

مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء

مسیحیت کی غیر مسیحیت سے موافقت کے معنی

مسیحیت کا وصف مذکور واقعی حیران کن ہے موافقین و مخالفین اسے بجوز ترچھی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں مسیحیت اپنے وصف خصوصی میں جو کچھ تھی اُس کا جواب دنیا پیدا کرنے سے عاجز رہی پر اُس کے وصف عمومی میں مخالفین کو کچھ چون و چرا کرنے کا موقع ہاتھ آیا ہے۔ یہاں مسیحیت کے مخالفین اپنے آپ کو نہایت مضبوط سمجھے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے یہاں پر ہندو دھرم کی گیتا کو۔ بدھ دھرم کی کتابوں کو۔ کنفوشس کی تصنیفات کو۔ ہند و یونان کے فلسفہ کو۔ زمانہ حال کی تحقیقات کے نتائج جدید کو مسیحیت کے مقابلے کے لئے لائے ہیں۔ انہوں نے عوالم کے قدیم و جدید کتب خانوں کو مسیحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع کیا ہے۔ انجیل کے ہر ایک لفظ اور جملہ کی غیر مسیحی کتب سے تطبیق دینے کی کوشش فرمائی ہے اور نتیجہ نکالکر دکھانے کی بیسود سعی فرمائی ہے کہ مسیحیت کے مقولات کا فلاں فلاں خیال فلاں فلاں مذہب و فلسفہ کی کُتب سے موافقت رکھتا ہے۔ اس لئے وہ وہیں سے لیا گیا ہے۔ اس پر بعض کوتاہ اندیش مخالفین نے مسیحیت پر اپنی فتوحات کے ڈنکے بھی بجائے ہیں۔ مگر ہم مسیحیت کے ان مخالفین سے اس قدر گذارش کرینگے کہ مسیحیت اپنے وصف عمومی میں بھی وہ شان رکھتی ہے۔ جو دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں ہے۔ اس کا مذاہب عالم سے موافقت رکھنا اُس کے عالمگیر ہونے کا ثبوت ہوگا۔ اس سے اُسکی زیادہ قدر و عزت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سچائی کی تعریف بھی ہے کہ اس پر عوالم کا اتفاق و اتحاد ہو۔ پس مسیحیت کا جس قدر غیر مسیحیت سے اتفاق و اشتراک ہوگا اُسیقدر زیادہ مسیحیت کی صداقت ثابت ہوگی یہ مسیحیت کے مخالفین کی کج فہمی ہوگی اگر اس کے خلاف نتیجہ اخذ کریں۔

لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ مسیحیت کو غیر مسیحیت سے کس قدر موافقت و اشتراک حاصل ہے اور کس قدر اختلاف ہے؟ اور اشتراک حصہ کو کن کن قدیم و جدید غیر مسیحی مذاہب سے موافقت ہے۔ ان مذاہب تک مسیحیت کے ابتدائی مصنفوں کی کیونکر رسائی ہوئی تھی؟ مسیحیت کے مخالفین یہاں پر ڈھول اُڑانے کے سوا کوئی کام نہیں کرتے ہیں۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ مسیحیت کے بانی نے اپنے پیچھے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں چھوڑی پر قریباً پانچ سو شاگرد چھوڑے تھے۔ ان شاگردوں میں سے بعض نے اپنے اُستاد کی زندگی اور موت کے متعلق وہ کتابیں لکھیں جو آج مسیحیت کی ملک ہیں۔ ان کتابوں کے مصنفوں میں سے صرف ایک شخص ایسا ہے جسے اپنے زمانہ کے علماء میں سے ایک عالم تسلیم کیا جا سکتا ہے باقی تمام شاگرد و مصنف نہایت ہی عام معلومات کے لوگ تھے۔ اب اگر اُن کی تحریرات زمانہ قدیم و جدید کے مذاہب و عقائد و فلسفہ سے موافقت پیدا کرلیں تو یہ ایک ایسا معجزہ ہوگا جسکی نظیر دنیا آج تک پیدا نہیں کر سکی ہے۔

جای غور ہے کہ مخالفین ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ مسیحیت نے

بہت کچھ بدھ مذہب سے اخذ کیا ہے

بہت کچھ کنفوشس سے پایا ہے۔

بہت کچھ گیتا سے حاصل کیا ہے

بہت کچھ بابلی اور مصری مذہب سے پایا ہے

بہت کچھ یونانی فلسفہ افلاطون سے حاصل کیا ہے

بہت کچھ ہندوستان سے سیکھا ہے۔ یسوع مسیح تھا ہی صوبہ مدراس کا رہنے والا

بہت کہتے ہیں کہ مسیحیت نے ایران سے بہت کچھ سیکھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح یہ کہ وہ اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت میں تاریخی شہادتیں پیش کرتے ہیں تحقیقات جدیدہ کے نتائج اپنے دعاوی کے ثبوت میں لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

یسوع مسیح کی پیدائش سے پیشتر دنیا میں بدھ مذہب پھیلا تھا۔ اُس کے مشنری ملک کنعان تک پہنچے تھے مسیح کی پیدائش سے پیشتر ملک کنعان اور آرمینیہ میں ہند کی بستیاں آباد تھیں سلطنت روم اور ہندوستان میں تجارتی تعلقات قائم تھے وہ یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات تحریری صورت میں پیش کر رہے۔ وہ بعل کی بابت قدیم روایات کو پیش کرتے ہیں۔ وہ افلاطون کے فلسفہ کی تطبیق پیش کرتے ہیں۔ وہ کنفوشس اور مسیح کی تعلیم کا مقابلہ کرکے اپنے دعووں کو ثابت کرتے ہیں کہ مسیحیت کا اپنا کچھ نہیں ہے اس کا جو کچھ ہے وہ غیر مسیحی مذاہب و عقائد و فلسفہ سے اخذ شدہ ہے۔ یہاں پر مسیحیت کے مخالفین اس قدر مسیحیت کی مخالفت میں خود رفتہ ثابت ہوئے ہیں کہ اُنہوں نے مسیحیت کے ماخذوں میں یہودیت تک کو شمار نہیں کیا ہے۔ اب اگر مسیحیت کے مخالفین کے دعاوی کو درست تسلیم کر لیا جائے تو نہ صرف مسیحیت ایک تاریخی معجزہ ثابت ہو جاتی ہے۔ بلکہ عوالم کے قدیم و جدید مذہب و فلسفہ کا ایسا اختصار و لب لباب ثابت ہو جاتی ہے جسے عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ اور سچائی کی یہی تعریف کی گئی ہے کہ سچائی وہ امر مسلمہ ہے جس پر عوالم کا اتفاق ہو۔ پس مسیحیت کے مخالفین کے نکتہ خیال سے مسیحیت عالمگیر صداقت ثابت ہوتی ہے۔ پھر اس صداقت سے کفر و انکار کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

(باقی آئندہ)

لاہور ۷ جنوری سر میلکم ہیلی گورنر اور ایل ونٹرٹن لاہور میں گورنمنٹ ہاؤس میں ٹھہرینگے۔ اور ایک ہی روز لاہور سے اکٹھے ذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو جائینگے (بندے ماترم)

ہندوستان میں تین بھائی چارے

دنیا کے تین بڑے مذاہب کا ہندوستان کی پاک سرزمین میں ایسا اجتماع ہوا ہے کہ ایسا اجتماع کسی واحد ملک میں پایا نہیں جاتا ہے مسیحیت ان مذاہب میں نو آمدہ مذہب ہے۔ جس کے معتقدوں کا شمار تیسرے درجہ پر ہے ہندوستان کے پہلے دو مذہب ہندو مذہب اور اسلام ہیں۔ جو مسیحیت سے پیشتر صدیوں سے ایک دوسرے کے مقابل زندہ رہے ہیں۔ ان دو مذہبوں میں ایک دوسرے کے مقابل اگر اُن کے بھائی چارہ کا موازنہ کیا جائے تو اسلامی بھائی چارہ کی ہندو بھائی چارہ پر فضیلت ماننا پڑتی ہے۔

ہندوستان میں مسیحیت کے آنے سے پیشتر ہندو مذہب کو ماننے والوں کا شمار مسلمانوں سے زیادہ تھا تو بھی ہندو دھرم کے ماننے والے آپس میں بھائی چارہ رکھتے ہوئے غیر ہندوؤں کو اس میں شامل نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے ہندو بھائی چارہ کے دائرہ سے لوگ الگ تو ہو سکتے تھے۔ مگر باہر سے ہندوؤں میں غیر ہندو داخل نہ ہو سکتے تھے۔ جس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔ کہ گو ہندو دھرم نے ہندوؤں کو تو بھائی چارہ کے مضبوط بندھن سے باندھا مگر غیر ہندوؤں کے لئے ہندو دھرم نے مہر و محبت کا دروازہ ایسی سختی سے بند کیا کہ غیر ہندو دھرم کو اس کے تمام برکات سے محروم رکھے گئے۔ ان کے لئے سوا سختی کے کچھ رکھا ہی نہ گیا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ ہندو برادری کمزور ہو گئی اور جو لوگ ہندو برادری سے الگ ہوتے رہے انہوں نے اپنی جدا برادریاں بنا لیں جن کو اسلام نے بڑی تقویت پہنچائی۔ جو برادریاں ہندو برادری سے باہر قائم ہوئی تھیں مگر دینا ہ برباد ہو جاتیں اگر اسلام مدد نہ کرتا اسلامی برادری یا بھائی چارہ نہایت زبردست ہے۔ وہ حقیقی بھائی چارہ ہے۔ اسلام تبلیغی مذہب ہونے کے اعتبار سے خارجی دنیا سے دوست اپنے میں جمع کرتا آیا ہے۔ اسلام اپنے دوستوں کی قومیت اور ذات پات مٹا کر اپنے ماننے والوں کو ایک قوم بناتا آیا ہے۔ اسلام خارجی دنیا سے اپنے دوست لیتا تو آیا ہے۔ پر اس نے اپنے منکروں کے لئے اسلام سے باہر جانے کا راستہ ہی نہ رکھا جس کا یہ مطلب ہے کہ اسلام نے اپنے اندر آنے والوں کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے۔ مگر اسلام سے باہر جانیوالوں پر اپنا دروازہ ہمیشہ بند رکھا ہے۔ گو ملک ہند کے مسلمانوں میں آج تک ذات پات کا نمونہ پایا جاتا ہے لیکن در اصل اسلام میں ذات پات کی مطلق گنجائش نہیں ہے جملہ مسلمان ایک ذات اور ایک قوم ہیں۔ اسلام کا ان معانی کا بھائی چارہ ہی وہ شے ہے جس نے اسلام کو تباہی سے بچا رکھا ہے۔ تم اسلام اور مسلمانی میں ہزار ہا نقائص اور عیوب پا سکتے ہو۔ پر اسلام کے بھائی چارہ کی عظمت و خوبی کا نہ صرف انکار نہیں کر سکتے بلکہ اسلامی بھائی چارہ کا جواب تجویز نہیں کر سکتے ہو۔

ہندو اور مسلم بھائی چارہ کے بعد مسیحی بھائی چارہ کی دنیا آج تک مثال پیدا نہیں کر سکی ہے۔ اس کے ساتھ ہی تبلیغی مذہب ہونے کے اعتبار سے مسیحیت بھی خارجی دنیا سے بھی اپنے دوست لیتی آئی ہے۔ اصولاً مسیحیت بھی ذات پات اونچ نیچ کے امتیازات کی نفی ہے۔ قومیت کے امتیازوں سے پاک ہے۔ خارجی دنیا سے لوگ برضا و رغبت اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور برضا و رغبت وہ مسیحیت کو ترک بھی کر سکتے ہیں مسیحیت میں داخل کرنے کے لئے جبر و تعدی ہے۔ نہ ترک کرنے پر موت کا خوف ہو۔ اس پر بھی **مسیحیت کے عاشق وہ بھائی چارہ آج تک نہیں بنا سکے ہیں جو اسلام میں پایا جاتا ہے** مسیحیت کے بھائی چارہ کو قومی امتیازوں نے تباہ کر رکھا ہے مسیحیت کو ماننے والے آج تک ایک قوم نہیں بنے ہیں اور نہ ایک قوم بننے کی امید ہے۔ خود ہندوستانی مسیحیوں میں آبائی اقوام کے امتیازات قائم ہیں۔ یہ ہندوستان کے تین بھائی چاروں کی اصلیت و حقیقت ہے۔ ناظرین فرمائیں کہ ان ہر سہ بھائی چاروں میں کونسا بھائی چارہ بہتر اور **افضل** ہے؟

عید میلاد مسیح علیہ السلام

"ہم تجویز ذیل مسیحی اور مسلم اہل قلم کی رائے کے لئے درج اخبار کرتے ہیں اور امید وار ہیں کہ مسیحی اور مسلم اس تجویز پر اپنے خیالات سپرد قلم کر کے ہماری رہبری فرمائینگے۔ رائے تحریر کرتے وقت ایک دوسرے کے جذبات کا احترام منظر رکھیں ہمعصر درنجف۔ اہلحدیث۔ الفقیہ۔ الفضل۔ پیغام صلح سے امید ہے کہ وہ بھی تجویز و تحریک مندرجہ ذیل کو اپنے اخبارون میں نقل فرما کر اس پر اپنی مناسب رائے کا اظہار فرمائینگے۔ ہمارے نزدیک تجویز نہایت معقول ہے۔ ایڈیٹر"

گروہ انبیا میں حضرت روح اللہ جناب عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا بھی اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ وہ نفس مقدس تھا جس نے خداوند تبارک و تعالیٰ کا راہ مستقیم بنی آدم کو دکھلا کر کفر و الحاد سے محفوظ رکھا۔ بقول مسیحی حضرات جناب مسیح کو دار پر کھینچا گیا۔ اور بقول اہل اسلام آپ زندہ۔۔۔ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اہل اسلام کی کتب تواریخ میں حضرت مسیح کے حالات زندگی کا اعلیٰ تذکرہ ہے اور آپ کے معجزات کے اصلی فوٹو دکھلائے گئے ہیں اُن معجزات کی ابتدا آپ کے سن شعور سے نہیں ہوئی بلکہ اس وقت سے جب آپ شکم مادر میں تھے۔ آپ کی ولادت پر قوم کے مفسدین نے آپ کی مادر محترمہ کو گھیرا اور لعن طعن کے کلمات شروع کئے مگر مریم کے فرزند ارجمند لاڈلے نے زچہ خانہ میں زبان فصاحت بیان سے گوہر باری شروع کی اور اپنی ماں کی عفت و عصمت کی شہادت دی۔ جس سے دشمنوں پر سنسنی چھا گئی اور وہ لاجواب اور دنگ رہ گئے اور تمام عالم میں حضرت مریم کی عصمت اور جناب مسیح کی عظمت کا ڈنکا بج گیا۔ اہل اسلام حضرت کو پیغمبر صاحب کتاب اور انجیل کو تنزیل ربانی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر مسیحی دنیا میں قریب قریب تمام مسیحی افراد جناب محمد کو بدزبانی اور بدگوئی سے یاد کرتے ہیں اور اُن کی اصلی تعلیمات اور تبلیغات پر نظر نہیں ڈالتے ہیں۔



زمانہ حال میں جناب پادری غلام مسیح صاحب نے لاہور میں ایک کتاب موسومہ "تحقیق الاسلام" (تین حصوں میں) شائع فرمائی۔ جس میں مصنف نے اپنی قابلیت علمی اور وسیع النظری کو پورے طور پر صرف فرما کر بیک کو دکھلایا ہے کہ جناب محمد مسیحیت کے رکن اعظم تھے اور دین مسیحی کے زبردست مشنری تھے اور یہ کہ مسیحی دنیا نے اُن کی بابت بُری رائے قائم کرنے میں سخت غلطی کی ہے تصنیف مذکور کو پڑھ کر میں بہت متاثر ہُوا۔ چنانچہ میں نے دو مضامین دفتر اخبار زر افشاں میں بھیجے جو بتاریخ ۲ جنوری و ۲ فروری ۱۹۲۵ء کو شائع ہوئے۔

اب میں ایک نئی تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہر سال ۲۵ دسمبر یوم ولادت حضرت مسیح کو ہندوستان کے ہر ضلع میں جہاں اہل اسلام اور مسیحیوں کی اچھی تعداد ہو عید میلاد مسیح منائی جایا کرے مسیحی صاحبان مسلمانوں کو مدعو کیا کریں اور اُن سے مصافحہ کی رسم بجا لایا کریں۔ مگر کسی وعظیانہ میں تقریر کو دخل نہ دیا جائے۔ اس میل جول سے دونوں میں اچھا خاصہ تعارف پیدا ہوتا رہیگا اور دونوں کو ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کا موقع ملیگا اور وہ تمام گتھیاں جو بعد رسول کریم چند صدیوں میں پڑ گئی تھیں سلجھ جائینگی مجھے امید ہے کہ برادران اسلام و مسیحیت اس تجویز پر غور فرمائینگے اور اگر دونوں کے واسطے سود مند ہو سکے تو اس کا نفاذ جس طریقہ یا عنوان سے ہو سکے کیا جائے۔

منظر احمد رضوی وکیل سیتاپور (صوبہ اودھ)

امرتسر ۸ جنوری۔ خان صاحب نواب علی قریشی مجسٹریٹ درجہ اول نے ایک شخص مسمی محمد شفیع کو ناجائز طور پر پانچ ہزار گرین کوکین رکھنے کے جُرم میں کہ وہ کلکتہ سے خفیہ طور پر لایا تھا ۱۸ ماہ قید سخت اور ایک سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ بنگال کے صیغہ آبکاری نے مقامی پولیس کو تار دیا تھا کہ اس قدر مقدار کوکین کا ایک پارسل کلکتہ سے روانہ کیا گیا ہے۔ سردار گوکل سنگھ ایکسائز افسر نے چھاپہ مارنے کا انتظام کیا نتیجہ یہ ہُوا کہ ملزم کے مکان سے یہ پارسل برآمد ہو گیا۔ (بندے ماترم)

دوسرے کو محبت کرنیکا حکم کن کیلئے ناقابل عمل ہے

محبت اخلاق انسانی کی قدرتی اور غیر متزلزل بنیاد ہے

محبت انسانی زندگی کے جملہ رشتوں کی دائمی اور غیر فانی زنجیر ہے۔ محبت انجیل مقدس کی شاندار عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ محبت عوالم وجدانی کی غایت و غرض ہے محبت خدا کی جمیع صفات کا رنگ اور اس کی جھلک ہے محبت ہر ایک بشر کی بشریت کا معنا ہے۔ پھر محبت کرنے کا حکم کن کے لئے ناقابل عمل ہے؟ کن کی فطرت و جبلت کے خلاف ہے؟ کن کے نیچر کے مطابق نہیں ہے۔

بھیڑیے اور شیر وغیرہ جنگلی درندے بھی اپنی اپنی جنس کے جانوروں سے انس و محبت رکھتے ہیں۔ بعض حالتوں میں وہ غیر جنس جانوروں سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں مگر یہ بات عموماً سکھانے سے وقوع میں آتی ہے۔ پھر صرف انسان ہی ہیں جو اپنے ہم جنس انسانوں کو لوٹ کر اپنے آپ کو دولتمند بنا کر دوسروں کے اسباب زندگی کے مالک بنکر ان تباہ شدہ بنی آدم سے محبت کرنا خلاف عادت سمجھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دوسرے لوگوں کو فنا کرکے قوت و زور پیدا کر لیا اور وہ اپنے آپ کو کسی دوسرے کا محتاج نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے خزانے دنیا کی ہر نعمت سے بھرپور ہیں اور کسی دوسرے کو اُن کا حصہ دار خیال نہیں کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود مست خاک ہو کر اپنے آپ کو اپنے ہم جنس بنی نوع انسان کا معبود بنا رہے ہیں کہ وہ انہیں کی پوجا کرتے رہیں۔ دوسرے لوگ انہیں کے اشاروں پر چلتے اور مرتے رہیں۔ دوسرے لوگ انہیں کی دہلیز پر جبہ سائی کرتے رہیں۔ اس خیال و حیثیت کے لوگ اپنی محبت کے جذبات کے اظہار کے لئے کتوں کو تو پال لیتے ہیں پر کسی انسان سے محبت کرنا خلاف فطرت سمجھا کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک بنی نوع انسان کا منبع واحد نہیں۔ بلکہ وہ مختلف باوا آدموں کی نسل ہیں۔ جن میں مساوات نہیں ہو سکتی ہے۔

مگر ایک دوسرے کو محبت کرنے کا حکم انسانی مظالم اور دست درازیوں کے خلاف ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو ہم جنس اور ایک دوسرے کے مساوی ٹھہراتا ہے۔ کیونکہ محب و محبوب میں جب تک مساوات تسلیم نہ کی جائے تب تک اس حکم کی تعمیل محال ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے کو محبت کرنے کا حکم ہر فرد بشر کو ایک دوسرے کے برابر حیثیت دیتا ہے۔ بڑوں کو چھوٹا اور چھوٹوں کو بڑا بناتا ہے۔ کہ وہ ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے ہوں اسوجہ سے جو انسان بڑائی کے وارث ہیں صرف انہیں کی فطرت و جبلت اس الٰہی حکم کے تابع ہونا پسند نہیں کرتی ہے۔

(ڈاکٹر آربن صاحب کے خیالات کی تشریح)

آریہ گزٹ لاہور سے ہماری گذارش

ہمارے آریہ دوست جس معلومات مذہبی کے مالک ہیں وہ تو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ وید کے راگ گاتے کوڑیوں برس گذار دیئے۔ مگر اُردو خوانوں کو آجتک ان ودیتوں نے ویدوں کا دیدار نہ کرایا۔ اس پر بھی یہ اصحاب خاموش نہیں رہتے۔ کہیں اسلام کے خلاف کچھ کہتے سنتے رہتے ہیں۔ کہیں عیسائیت کے خلاف یاوہ گوئیاں کرنا کرم دھرم خیال کر لیتے ہیں۔ ہم نے آج تک ان ہمہ دانوں اور بنی آدم کے نئے خیر اندیشوں کی بے اعتدالیوں کے جواب میں اپنے قلم کو روکا ہے۔ مگر ہم کہاں تک خاموشی اختیار کریں۔ ہمعصر آریہ گزٹ لاہور نے اپنی تازہ اشاعت میں "کنواری کے لڑکا" کے عنوان سے لکھا ہے کہ

حضرت مسیح کے جن پیرؤں نے اس کی وفات کے بعد اس کے سوانح حیات قلمبند کیا ہے انہوں نے اس کی پیدائش کو ایک عجیب ہی ڈھنگ سے اور ایک انوکھے رنگ میں پیش کیا ہے لطف تو یہ ہے کہ جہاں ایک طرف یسوع مسیح کو یوسف کا لڑکا بتایا جاتا ہے وہاں ساتھ ہی اس کی پیدائش کے متعلق یہ کہانی

گو دی گنگا ہے .... منی نے ایک گپ اڑا رکھی ہے۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک کنواری کے بچہ پیدا ہو۔ یہ ایک خلاف قدرت کام ہے وغیرہ۔ مطبوعہ ۶ جنوری ۱۹۲۷ء

اس سے ہزار چند بڑھ چڑھ کر باد اگوئی قادیان کے سوامی دیانند جی کر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش؎

اب اگر یہ بیہودہ گوئی کسی عیسائی کی تحریر کے جواب میں ہوتی تو بھی ہمارا سکوت اختیار کرنا واجب ہوتا مگر ان نام نہاد آریہ دوستوں کو ناحق دوسرے مذاہب کے لوگوں کی دل آزاری کرنے کا مرض ہو رہا ہے۔ ان سے پوچھو کہ اگر عیسائی یسوع مسیح کو کنواری کا بیٹا ہی مانتے ہیں تو تمہیں اس سے کیا۔ تم اپنے آریہ مت کی۔ ویدوں کے مت کی شناؤ ویدوں کو لوگوں کے حوالے کرو۔ مگر اپنے ویدوں کو اور آریہ دھرم کو چھوڑ کر کبھیں اسلام کے اور کبھیں عیسائیت کے بدنام کرنے کو سو کر نکلتے ہیں۔ شدھی کی دھن میں کسی کے جذبات کا خیال نہیں کرتے ہیں اور جب مقابل سے جواب ملتے ہیں تو چیخ پکار کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ آریہ اصحاب بھی قدرت والی کے مدعی ہیں۔ ہم اپنے معاصر سے ملتمس ہیں کہ وہ ذیل کا مختصر جواب اپنے نامہ نگار کی آگاہی کے لئے اڈیٹوریل کے آنے والے نمبر میں شائع فرما دیوے تاکہ قدرت کا خلاف و موافق اس کی سمجھ میں آجائے۔ ورنہ اگلی تفصیل کی جائیگی پھر شکوہ نہ کرنا۔ مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کے سوامی جی لکھ گئے ہیں کہ کیونکہ جن جیوں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی۔ یہ یجر وید میں لکھا ہے۔ اس شہادت سے یہی یقین ہوتا ہے کہ ابتدا میں انیک یعنی سینکڑوں ہزاروں انسان پیدا ہوئے

واقعات واقعات کے مفسر ہیں

صدیوں سے ہندوستان میں مصلوب مسیح کی منادی ہو رہی ہے۔ نہایت قلیل لوگوں نے اسے قبول فرمایا! کثیر لوگ مسیح مصلوب پر مضحکہ خیز باتیں ہی کرتے رہے خود سوامی دیانند جی اور پنڈت لیکھرام جی نے اپنی اپنی تحریرات میں مصلوب مسیح کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔ مگر اللہ کی شان ملاحظہ ہو کہ جب سوامی شردھانند جی کو قتل کر دیا گیا تو ہمارے اس بزرگ کی موت نے یسوع مسیح کی صلیبی موت کی تفسیر کر دادی جو بیشتر کبھی کسی ہندو نے آریہ نے نہ کی تھی۔ سوامی جی کی موت کی خبر پاکر ہمارے ایک آریہ دوست نے ہم سے کہا کہ گو ہم مصلوب مسیح کو نہیں مانتے ہیں مگر اب تو یہ ہے کہ صلیب ہی کامیابی کا راستہ ہے۔"

آریہ ... سوامی شردھانند قتل ہوا ہے۔ آپ کے خون کے ایک ایک قطرہ سے سوامی شردھانند پیدا ہوگا

پرتاپ لاہور لکھتا ہے

ہم کو قوی امید ہے کہ جن حالات میں سوامی جی کو حیات ابدی نصیب ہوئی ہے۔ اُن سے ہندو قوم اور آریہ سماج کو جو اس کا ایک اہم جزو ہے وہی نفع پہنچیگا جو شہیدان وطن کی موت سے وطن کو اور مذہب پر جان دینے والوں کی قربانی سے مذہب کو پہنچتا ہے اگر حضرت عیسٰے دار پر چڑھائے نہ جاتے تو عیسوی مذہب کو وہ ترقی ہرگز نہ نصیب ہوتی جو آج اُسے حاصل ہے۔

اودھ اخبار۔ پرتاپ مطبوعہ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۶ء

مہاتما گاندھی فرماتے ہیں۔

ہیں سوامی جی کے انتم شسید حاصل نہیں ہوئے لیکن اگر میں ان سے اچھی طرح واقف ہوں تو مجھے کوئی شبہ نہیں کہ سوامی نے (دینے سوامی شردھانند جی نے) اس وقت پرماتما سے پرارتھنا کی ہوگی کہ پرماتما اس شخص (عبدالرشید قاتل کو) معاف کرو کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کوئی غلط بات کر رہا ہے۔" (بندے ماترم مطبوعہ ۰ دسمبر ۱۹۲۶ء)

بندے ماترم لاہور۔ ۳ دسمبر ۱۹۲۶ء لکھتا ہے۔

عیسائی مشنریوں کی حلیمی اور شیریں کلامی اور خلق کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے اور اُن کی کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ ممکن ہے کہ زمانہ گذشتہ میں جبر سے کام نکلا ہو مگر زمانہ حال میں تو دنیا یہ برداشت نہیں کریگی کہ محض اختلافات مذہب کے لئے کسی کی جان لی جائے۔ اگرچہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے درمیان چند صدی پیشتر خونریزیاں ہوتی رہی ہیں مگر آجکل کوئی عیسائی جبر کا قائل نہیں ہے۔

؎ نوٹ میں لکھا ہے کہ ابتدائی مخلوقات جو ماں باپ کے بغیر ہو ... ہے ایشوری سرشٹی کہلاتی ہے۔ وغیرہ یہ انسان سب جوان پیدا ہوئے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴

بندے ماترم مطبوعہ ۴ جنوری لکھتا ہے۔
شری سوامی شردھانند جی کے قتل نے آریہ سماج کو بھارت کی تمام سماجوں سے زیادہ امر بنا دیا ہے۔ عیسائی فخر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے سولی پر چڑھ کر اپنی تمام امت کے گناہوں کا کفارہ دیا۔ یہ امر انکار روز ہیں یہی ہے۔

ہمعصر آریہ گزٹ لکھتا ہے چرچ کی بنیاد شہیدوں کے خون پر ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ ایک مسلمان کے ہاتھوں آریہ سماجی لیڈر کے قتل کی پہلی نظیر نہیں ہے اور اس قول میں کچھ صداقت ہے کہ چرچ کی بنیاد شہید کے خون پر ہوتی ہے تو آریہ سماج اس قتل کے لئے زیادہ پھولے پھلیگا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۲۔

واقعات مافوق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو تاریخ میں سوامی شردھانند کی وفات کی تشریح کیلئے واقعات نہیں مل سکتے ہیں۔

اشتہار

دہلی ۸ جنوری۔ ولیعہد و شہزادی سویڈن گذشتہ شب کے ۱۱ بجے جے پور کو روانہ ہوگئے ۸ جنوری کو آپ نے جامع مسجد نئی دہلی و عجائب گھر کا ملاحظہ کیا۔ آپ کے ہمراہ سر ولیم برڈوڈ کمانڈر انچیف تھے شام کو [illegible] قلعہ فیروز شاہ اور مقبرہ ہمایوں کی سیر کی کل [illegible] قطب مینار اور نئی دہلی کا معائنہ کیا۔ اسوقت آنکے ہمراہ لیڈی ارون تھے۔
(بقیہ بندے ماترم)

مُبارک اُمید

خداوند کی آمد ثانی ایمانداروں کے واسطے ایسی امید ہے جس پر اُن کی تمام روحانی زندگی کا مدار ہے۔ رسول فرماتا ہے اگر ہم اسی دنیا میں مسیح سے امید رکھتے ہیں تو سب آدمیوں سے کمبخت ہیں مسیحی نیک بختی . . . . کی بابت لوگ بہت غور و فکر کر رہے ہیں۔ اس پر جہاں تک فکر کی جاوے تھوڑی ہے۔ یوں تو ہمیشہ ایماندار آسمان کی طرف دیکھتے رہتے ہیں کہ اب ہمارا خداوند آتا ہے۔ ایک ہمارے مرحوم مشنری بزرگ تھے جب کبھی بادل آتا اور گرجتا دیکھتے تو جھٹ اپنے بنگلے پر چڑھ جاتے کہ خداوند آتا ہے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ بادلوں پر آتا ہے۔ پچھلے دنوں جب پنجاب میں ریوائیول شروع ہوا تو مرحوم پادری لاٹمل صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ اب واقعی خداوند دروازے پر ہے۔ مبارک وہ نوکر جو اس طرح اپنے مالک کے منتظر تھے اور ہیں لیکن اُسوقت اور گھڑی کو کوئی نہیں جانتا۔

پیشنگوئیوں کا حل کرکے کسی بات کا فیصلہ کرنا انسانی جدوجہد اور عقل سے بعید ہے۔ جتنی کسی کی عقل روشن ہے اُتنا ہی زیادہ وہ اُس پر سوچتا اور فیصلہ کرتا ہے مگر حضرت دانیال اور خداوند کی نبوتیں ایسی ہیں کہ . . . . اُن پر غور کرتے ہوئے عقل چکرا جاتی ہے۔ آخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

ایماندار کوشش کر رہے ہیں کہ خداوند کی آمد ثانی کی نسبت نیک خیال اور سیدھی راہ ظاہر کریں چنانچہ ماہواری ٹرکٹ آمد میں ہر سال اس کے متعلق کوئی نہ کوئی آرٹیکل ہوتا ہے کیونکہ اس کا مدعا بھی آمد ہے اور حال ہی میں یادش بخیر پادری پی سی اپل صاحب نے ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ جو مبارک امید کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں بے شک ایسی کتابوں کی ضرورت ہے مگر اس کتاب کو پڑھ کر بھی ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ سوائے اس کے کہ خداوند آتا ہے۔ جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ نبوتوں کا کھولنا آسان نہیں اور کسی بات کو ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کتاب سے یقینی طور پر کوئی خاص اظہار خداوند کی آمد کا ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ خداوند دروازے پر ہے۔ یہ کتاب سوتوں کو جگانے اور غافلوں کو بیدار کرنے میں تازیانہ کا کام ضرور کرتی ہے۔ ہوشیار کرتی ہے سوائے خداوند کے منتظروں کے دوسرے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ لکھا ہے۔

وقت نزدیک ہے۔ جو برائی کرتا ہے وہ برائی کرتا جائے اور جو نجس ہے وہ نجس ہی ہوتا جائے اور جو راستباز ہے وہ راستبازی ہی کرتا جائے اور جو پاک ہے پاک ہوتا جائے۔ دیکھو میں جلد آنے والا ہوں اور ہر ایک کے کام کے موافق دینے کے لئے اجر میرے پاس ہے مکاشفہ ۲۲: ۱۱ و ۱۲۔

مجھے مبارک امید کے پڑھنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ آمد کے جو منتظر ہیں اُن کو بہت پسند ہے چنانچہ ایک مسیحی بہن نے بھی اپنے خیالات اس پر ظاہر فرمائے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ مسیحی برادران اس کتاب کو ضرور پڑھینگے۔ مگر یاد رہے یہ ناول نہیں ہے۔ یہ الہیات کے بھید ہیں۔ دو چار دفعہ پڑھنے سے کچھ نہ کچھ آپ کی سمجھ میں آئیگا۔ کتاب میں چند معمولی کتابت کی غلطیاں ہیں سو یہ آجکل چونکہ بے پروائی کا زمانہ ہے معمولی بات ہے۔ لاہور ریلیجس بک ڈپو سے ملتی ہے لکھائی چھپائی اچھی ہے۔
واعظ

مہاتما گاندھی تازہ ینگ انڈیا کے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ گوہاٹی میں ہندو مہا سبھا کے اجلاس کے خاتمہ پر بمبئی کے ایک مسلمان ڈاکٹر۔ اے جی بل ٹیل نے پنڈت مالویہ جی کو سو روپیہ شردھانند میموریل فنڈ میں اچھوت ادھار کے لئے دیا۔
(بقیہ بندے ماترم)

انتقال پُرملال

عرصہ تیس سال کا ہو گیا ہے کہ گاؤں کلاسوالہ میں منشی گنگومل صاحب سکول انسپکٹر قیام فرما ہیں۔ جناب سے صغیر و کبیر آشنا ہیں۔ تعریف کی چنداں ضرورت نہیں۔ آپ کی اہلیہ مسز گنگومل نہایت سلیقہ شعار، غربا نواز، آسودگیت کی اپنے ہمدردی اور خیر خواہی میں یکتا تھیں۔ بیواؤں کی مددگار۔ صورت اور سیرت میں کمال۔ گویا ہر طرح کی خوبیاں اُن کے اندر موجود تھیں۔ علاوہ بریں گھر میں دل بہلانے کے لوازمات یعنے دو فرزند اور ایک لڑکی خدا تعالےٰ نے دے رکھے تھے۔ گویا اس وقت وہ نہایت خوش و خرم تھے۔ ان بچوں کی خوبصورتی اور ملنساری اور رفتار و گفتار پر تمام گاؤں لٹو تھا۔ چنانچہ قضائے الٰہی سے بڑا فرزند ارجمند پنا لعل اس جہان فانی سے آسمانی باپ کی گود میں چلا گیا۔ جسکا رنج و الم تمام گاؤں کے اصحاب پر اور والدین پر ایسا ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ ازاں بعد مسز گنگومل نے اسی رنج و غم میں مبتلا ہو کر ملکِ عدم کی راہ لی۔ اس وقت عزیزان بایاوتی اور کندن لعل منشی صاحب کے پاس رہ گئے۔ جو اُن کی آنکھوں کے تارے تھے۔ جناب اُن سے ہر طرح کی دل بہلانے کی باتیں کیا کرتے تھے۔ لڑکی جب ۱۸ سال کی ہوئی جو اس وقت لاہور سکول میں پڑھا کرتی تھی تو وہ بھی اس جہان سے جاں بحق ہوئی۔ اس وقت جو رنج و غم منشی صاحب کو ہوا خدا جانتا ہے یا وہ جانتا ہے جس کے دل کو لگے۔ لیکن آپ جیسے مہربانوں نے منشی صاحب کو تسلیاں دیں کہ آپ کے پاس عزیز کندن لعل موجود ہے۔ اس کی طرف دیکھو اسکو پڑھاؤ۔ لکھاؤ۔ شادی کرو۔ تمام غم و الم دُور ہو جائینگے۔ خیر رفتہ رفتہ انہوں نے اپنے غم کو دُور کیا اور کندن لعل کی ہر طرح سے نشو و نما کرنے لگے کہتے ہیں کہ ع

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

عزیز کی شکل و صورت رفتار و گفتار دلکش تھی۔ عقل و فکر میں خوب تھا۔ ملنساری۔ شیریں گفتار ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ علم و ہنر کے علاوہ طبلہ بجانے میں کمال حاصل کیا تھا۔ ہر محفل میں نگینہ تھا۔ اس کے علاوہ ہارمونیم بجانے میں کافی بلکہ وافی مہارت رکھتا تھا۔ کلاسوالہ کی گانے والی پارٹی کا لیڈر تھا۔ گویا کلاسوالہ میں ایک جلتا ہوا چراغ تھا جس سے ہر خاص و عام شادمان رہتے تھے۔ کلاسوالہ میں مڈل پاس کر کے سیالکوٹ مشن سکول میں نویں جماعت میں داخل ہوا۔ لیکن سیالکوٹ سے دسمبر ۱۹۲۳ء میں چھٹی لیکر گھر آ گیا اور چھٹی کاٹ کر سیالکوٹ جانے لگا اس وقت قدرے زکام سے بیمار تھا جب سٹیشن کے نزدیک پہنچا تو گاڑی جانے کو بالکل تیار تھی۔ خوب ڈبل لگائی غیر لوجوان تھا گاڑی کو جالیا۔ بیٹھنے کے تھوڑی دیر بعد کھانسی آئی جس کے سبب سے اندر سے خون گیا۔ اس دن سے بیکر وہ کمزور ہوتا گیا۔ ابتک ۹ دسمبر ۱۹۲۶ء پورے تین سال ہو گئے۔ اس عرصے میں جناب منشی گنگومل صاحب نے اپنی طاقت و ہمت سے بڑھکر روپیہ خرچ کیا اور پچھلے سال تین ماہ ایبٹ آباد میں رہے اس وقت کافی روپیہ خرچ ہوا۔ امسال کشمیر تھے۔ یہاں بھی بہت خرچ ہوا اس سبب سے کہ میرا ایک ہی فرزند ہے کسی طرح سے بچ رہے۔ لیکن ہوتا ہے وہی جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ آج واقع ۹ دسمبر ۱۹۲۶ء کو عزیز کندن لعل اپنے باپ کو اکیلا چھوڑ کر راہی ملکِ عدم ہوا۔

باپ کی حالت

عزیز کندن لعل کے فوت ہو جانے کا غم و الم تمام گاؤں کے بچہ بچہ کے دل پر طاری ہے۔ ہر فرد و زن رو رہے ہیں۔ پہلے تو یہی اصحاب اُن کو تسلیاں دیا کرتے تھے۔ لیکن اب روتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اب تسلی کس بات کی دیں آگے کوئی نظر نہیں آتا ہے۔ گویا باپ کے لئے زمین و آسمان مل گئے ہیں۔ چاروں طرف اندھیر ہے۔ تمام گھر ویران و سنسان پڑا ہے۔ ان دنوں منشی صاحب کی وہ حالت ہے جو کبھی حضرت یعقوب کی تھی۔

تمام اصحاب سے التماس ہے کہ منشی گنگومل صاحب کے لئے خدا سے دعا مانگیں کہ ان کو صبرِ جمیل حاصل ہو۔

ایس حاکم خاں۔ مشن سکول۔ کلاسوالہ

بنارس میں مہاتما گاندھی کی تقریر

بنارس ۱۰ جنوری۔ مہاتما جی کو یہاں بہت مصروفیت رہا یہاں پہنچتے ہی آپ نے ہندو یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے کل تقریر کی اور مقامی بنگالی لیڈیوں نے دو دیانند بھون میں سنگھ بجا کر ان کا خیر مقدم کیا اور شام کو سات ہزار آدمیوں کے ہجوم میں ایک شامیانہ کے نیچے میونسپل ایڈریس لیا اور سری پرکاش چیئرمین میونسپل بورڈ نے میونسپل کمشنروں کو اپنے سامنے پیش کیا۔ مہاتما جی نے کھدر، چرخہ سوامی شردھانند کے قتل اور ہندو مسلم سوال پر تقریر کی۔ مہاتما جی نے کہا کہ سوراجیہ میری رائے میں رام راج سے مراد ہے۔ جو تپسیا کی امداد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو اس قدر تپی بڑا تھی کہ آگ اُسے چھو نہیں سکتی تھی۔

آپ نے عورتوں سے کہا کہ سیتا جی کی تمام خوبیاں پیدا کرو۔ جو سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ کھدر بیہودہ بیکاری اور مفلسی کا علاج بڑی حد تک چرخہ ہے اور ہندوؤں کو مخاطب کر کے کہا کہ مصلح اعظم سوامی شردھانند کے ایک مسلمان کے ہاتھ سے قتل کئے جانے پر دل و دماغ کے توازن کو ہاتھ سے نہ دیں اور قول و فعل سے ہرگز انتقام کا خیال دل میں نہ لائیں۔ اگر ایک مذہبی پاگل نے غلطی کی ہے تو ہندوؤں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اُن سے ایسا ہی فعل سرزد ہو۔ ہندوؤں کے قدیم دھرم نے ہمیشہ تحمل اور بُردباری کی تلقین کی ہے۔ انہیں چاہئے کہ ایک گمراہ پاگل بھائی کی قابلِ نفرت حرکت کو بھول جائیں اور معاف کر دیں۔ ایک شیطان کے ساتھ دیوتاؤں کا سا سلوک کرنا چاہئے اور سچائی نفرت کے محبت سے پیش آنا چاہئے۔

آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ اپنے مذہب

پر سچائی سے عمل کریں۔ اور اندھے وحشی پن کی رو میں نہ بہہ جائیں۔

اور کہا کہ قرآن کا مطلب جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ ان لوگوں کے خیال سے بالکل مختلف ہے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ غیر مسلموں کو ہلاک کرنے سے وہ سیدھے بہشت میں چلے جائینگے۔ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ قاتلوں کی نجات ہو سکتی ہے۔

مہاتما جی الٰہ آباد کو روانہ ہو گئے۔ کھدر کی نمائش نہایت کامیاب رہی۔ بعض دستی سوت کے بنے ہوئے کپڑے نہایت ہی نفیس ہیں۔

(ہمارے نامہ نگار سے)

سوامی شردھانند کے قتل کا مقدمہ شروع ہو گیا

دہلی ۱۱ جنوری۔ سوامی شردھانند کے قاتل عبدالرشید کا سامقدمہ آج مسٹر ولیج ڈپٹی کمشنر کے اجلاس میں پیش ہوا عدالت کے باہر بیشمار تماشائی جمع تھے۔ لیکن نصف درجن سے زیادہ آدمیوں اور بہت سے رپورٹران اخبارات کے کسی کو اندر جانے نہیں دیا گیا۔ نمائندگان اخبار میں مولانا محمد علی بھی شامل تھے۔ مسٹر عبدالرحمٰن ملزم کی طرف سے اور مسٹر عزیز الدین کورٹ انسپکٹر سرکار کی جانب سے پیرو تھے۔ پہلی شہادت پیش ہونے سے پہلے مسٹر رحمان نے زیر دفعہ ۴ ضمنی دفعہ ۳، ۱ ضابطہ فوجداری عدالت سے اجازت طلب کی کہ مجھے ملزم سے بات چیت کرنے کا موقع دیا جائے۔ کیونکہ جب سے وہ حوالات گیا ہے اُسے قانونی مشورہ ملنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ عدالت نے اجازت دیدی اور چند منٹ کے بعد مسٹر مہر چند پی۔ سی اڈیٹر ملیو گواہ نمبر ۱ کے پیش ہوئے

پہلے گواہ کا بیان

مسٹر مہر چند نے بیان کیا کہ ۲۳ دسمبر کو ۴ بجے میں آل انڈیا شدھی سبھا کے حساب کی پڑتال کر رہا تھا کہ سوامی شردھانند کا ملازم دھرم سنگھ چلاتا ہوا دفتر میں آیا۔ جو لوگ دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے اُٹھ کر سوامی جی کے کمرہ میں گئے۔ وہاں پہنچکر دھرم سنگھ نے کہا کہ عبدالرشید نے سوامی جی پر فائر کیا ہے۔ میں نے سوامی جی کو چارپائی پر پڑے ہوئے دیکھا۔ اُن کا منہ نیچے کی طرف تھا اور اُن کے نزدیک سوامی جی کے پرائیویٹ سکریٹری دھرم پال نے عبدالرشید کو قابو کیا ہوا تھا بلکہ سوامی جی آنند جو کمرہ میں ہمارے ساتھ داخل ہوئے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ پولیس کو فون کرو کہ کسی ذمہ دار افسر کو بھیجا جائے۔

بجواب سوالات جرح

گواہ نے بیان کیا کہ فون کرنے کے بعد میں سوامی جی کے کمرہ کے باہر ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک کھڑا رہا۔ جب پہلی دفعہ کمرہ کے اندر گیا تو وہاں ۲½ یا ۳ منٹ ٹھہرا تھا۔ اس اثنا میں میں نے کوئی بندوق یا ریوالور یا پستول کرسی کے اندر نہیں دیکھا۔ جب فون کیا تو دھرم سنگھ کے زخمی ہونے کی بابت کچھ ذکر نہیں کیا تھا سردار چیت سنگھ انسپکٹر پولیس نے میرا بیان وقوعہ کے تقریباً ۱۵ روز بعد لکھا تھا۔ میں پولیس میں اپنا بیان دینے خود نہیں گیا۔ اگرچہ پولیس نے میرا نام لکھ لیا تھا۔ میں نے اسوقت تک پولیس سے دھرم سنگھ کے زخمی ہونے کی بابت کوئی بیان نہیں دیا تھا۔ میں سوامی جی سے واقف تھا۔ لیکن ان سے بہت کم موقعوں پر ملا تھا آخری موقعہ پر انہیں برسات کے موسم میں آریہ سماج میں دیکھا تھا مسٹر عزیز الدین کی جرح ثانی پر گواہ نے کہا کہ جس وقت دھرم پال نے ملزم کو مغلوب کر رکھا تھا۔ میں نے اسکا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

دھرم سنگھ کی شہادت

سوامی جی کا سیوک دھرم سنگھ ابھی کمزور تھا اور اسے ہاسپٹل سے لایا گیا تھا۔

اُس نے بیان کیا کہ ۲۳ دسمبر کو ۴ بجے عبدالرشید سوامی جی کے مکان میں زینہ کے اوپر چڑھ کر آیا۔ میں نے اُس سے پوچھا کس مطلب سے آئے ہو۔ عبدالرشید نے جواب دیا کہ سوامی جی سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے سوامی جی کو بات چیت کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے آپ اندر نہیں جا سکتے۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں ضرور درشن کرونگا۔ پھر میں نے سوامی جی سے اجازت حاصل کی اور ملزم کو اندر لے گیا۔ سوامی نے عبدالرشید سے پوچھا کہ تمہیں کیا کام ہے؟ سوامی جی نے جواب دیا کہ میں اس وقت بات چیت کرنے کے ناقابل ہوں چند روز کے بعد آنا۔ اس کے بعد اس نے پانی پینے کو مانگا۔ میں اسے کمرہ کے باہر لے گیا۔ پانی پینے کے بعد ملزم کمرہ کے اندر دوڑ گیا اور پستول سے سوامی جی پر فائر کئے میں نے اسے پیچھے سے جا پکڑا جب تک کہ دھرم پال نہ آ گئے۔ اس کشمکش میں میری ران میں بھی گولی لگی۔ پھر میں سوامی چد آنند کے پاس مدد کے لئے گیا۔ اور وہ بھی وہاں آ گئے۔ بعد ازاں میں ایک طرف گر گیا۔ پستول دکھانے پر دھرم سنگھ نے شناخت کیا اور کہا کہ یہی پستول عبدالرشید نے استعمال کیا تھا۔

بجواب سوالات جرح

دھرم سنگھ نے کہا میں پندرہ سولہ سال سے سوامی جی کا ملازم ہوں۔ زخمی ہونے کے بعد میں بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ پولیس جس وقت تفتیش کر رہی تھی تو اس نے پستول مجھے نہیں دکھایا تھا۔ میں نے ۲۳ دسمبر سے پہلے عبدالرشید کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پولیس کو پورا بیان نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد میرا بیان نہیں لکھا گیا۔ مہر چند گواہ پہلے سوامی جی کے کمرہ میں نہیں آیا تھا۔ نہ وہ مجھے ہاسپٹل میں دیکھنے آیا۔ جس وقت پہلا فائر کیا گیا تو سوامی جی چارپائی پر تکیہ پر سر ہانہ لگائے بیٹھے تھے۔ جس وقت فائر کیا گیا۔ عبدالرشید سوامی جی کے سامنے دو ڈھائی قدم کے فاصلہ پر تھا۔ میرے خیال میں ملزم نے چار یا پانچ فائر کئے۔ پہلے فائر کے بعد ہی سوامی جی چارپائی پر لیٹ گئے تھے۔ ملزم کے ہاتھ سے پستول پولیس نے چھینا تھا۔ پولیس نے جو بیان لکھا وہ مجھے پڑھ کر نہیں سنایا گیا تھا۔ ہاسپٹل میں ملزم کا فوٹو میں نے دیکھا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی پولیس مین نے یا کسی اور نے فوٹو مجھے دکھایا تھا۔

مہاشہ دھرمپال کی شہادت

سوامی شردھانند جی کے پرائیویٹ سکرٹری مہاشہ دھرمپال نے بیان کیا کہ ۲۳ دسمبر کو میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ فائروں کی آواز سنائی دی جو سوامی جی کے کمرے سے آتی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ میں فوراً کمرہ کے اندر گیا۔ اور دھرم سنگھ کو ملزم کے ساتھ کشمکش کرتے دیکھا۔ بعد ازاں میں نے عبدالرشید کو پکڑ لیا اور اُسے مغلوب کر کے فرش پر گرا لیا۔ اس وقت میں نے خیال نہیں کیا کہ دھرم سنگھ زخمی ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے کئی فائروں کی آواز سنی تھی۔ میں نے نہیں دیکھا کہ سوامی جی کس پوزیشن میں پڑے تھے۔ پولیس ۲۰-۲۵ منٹ کے بعد پہنچ گئی۔ پولیس کے آنے اور ملزم کے گرفتار کئے جانے کے بعد میں نے دھرم سنگھ کی ران کو زخمی دیکھا۔ سردار جیت سنگھ انسپکٹر پولیس نے ملزم کو اپنے ریوالور سے دھمکا کر اس کا پستول چھینا۔ اسی شام کو پولیس نے میرا بیان لکھا۔

گواہ نے ملزم کو عدالت میں شناخت کیا۔

جرح

وکیل صفائی کے سوالات جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ ملزم سوامی جی کے کمرہ میں ۲۳ دسمبر سے پہلے کبھی آیا تھا یا نہیں جس وقت میں نے ملزم کو نیچے دبا رکھا تھا مجھے کوئی زخم نہیں لگا۔ ملزم کا بیان پولیس میں لکھے جانے کے بعد مجھے اس کا نام معلوم ہوا۔ میں نے مہر چند گواہ کو وقوعہ سے دس روز پہلے شدھی سبھا کے دفتر میں دیکھا تھا۔ میں نے ملزم کا فوٹو نہیں دیکھا۔ لیکن سنا تھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں پولیس نے ملزم کے جسم پر کوئی زخم یا خراش دیکھی تھی۔

سوامی چدانند کا بیان

سوامی چدانند سنیاسی سکرٹری آل انڈیا شدھی سبھا نے بیان کیا کہ ۲۳ دسمبر کو چار بجے کے قریب میں دفتر میں سبھا کے حسابات کی پڑتال بابو مہر چند سے کرا رہا تھا کہ دھرم سنگھ نے آ کر کہا کہ سوامی جی پر فائر ہوا ہے۔ میں فوراً سوامی جی کے کمرہ میں گیا۔ اور دیکھا کہ مہاشہ دھرمپال نے ایک آدمی کو دبا رکھا ہے اور سوامی جی نیچے کی طرف منہ کئے چارپائی پر لیٹے ہیں۔ دھرم سنگھ نے کہا کہ سوامی جی کی خبر لیجئے میرے بھی گولی لگی ہے۔ میرے کہنے پر بابو مہر چند نے پولیس کو فون کیا۔ پولیس آ پہنچی اور اُس نے ملزم کے ہاتھ سے پستول لے لیا۔ گواہ نے عدالت میں ملزم کو شناخت کیا۔ اور کہا کہ یہ وہی شخص ہے جسے سوامی جی کے کمرہ میں مغلوب کیا گیا تھا۔

جرح

وکیل ملزم کے سوالات جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ ہمارا کمرہ سوامی جی کے کمرہ کے متصل ہے بازار سے دو سیڑھیاں میرے اور سوامی جی کے کمرہ کو جاتی ہیں۔ سردار جیت سنگھ انسپکٹر پولیس نے وقوعہ کے بعد فوراً ہی بیانات لینے شروع کر دیئے تھے۔ جو کارروائی ۸ یا ۹ بجے تک جاری رہی۔ میرا بیان بھی لکھا گیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وقوعہ سے پہلے میں نے کبھی ملزم کو دیکھا تھا یا نہیں۔

(ہمدرد)

روغنی اجناس اور تلوں کی فصل ربیع بابت ۱۹۲۷ء کا پہلا تخمینہ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

۱۹۲۵-۲۶ء سے پہلے پانچ سال کے اندر اوسطاً پنجاب کے جس قدر رقبہ میں روغنی اجناس اور تل بوئے گئے وہ برطانوی ہند کے کل رقبہ زیر کاشت کا بالترتیب ۸، ۱۷ اور ۹ فی صدی تھا۔

کل تخمینہ میں جن فصلوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ توریا سرسوں۔ رائی۔ تارامیرا اور تل۔ ان میں سے توریا کی فصل میں بالخصوص آبپاشی کی جاتی ہے۔ اور توریا وسطی اور جنوب مغربی پنجاب میں ماہ اگست اور ستمبر میں بویا جاتا ہے اور دسمبر اور جنوری سے کاٹا جاتا ہے۔ دیگر روغنی اجناس کی تخم ریزی ستمبر کے بعد ہوتی ہے اور انہیں مارچ یا اپریل میں کاٹا جاتا ہے۔

ستمبر ۱۹۲۶ء کے اختتام پر روغنی اجناس کا رقبہ زیر کاشت تخمیناً ۳۲۰۰۰۰ ایکڑ اور تلوں کا رقبہ زیر کاشت ۴۰۰۳۰ ایکڑ تھا۔

موسمی حالت

مشرقی اور جنوب مشرقی ضلعوں کے سوا باقی صوبہ میں موسم تخم ریزی کے حق میں بالعموم اچھا رہا گذشتہ سال کے پہلے کے تخمینہ کے بالمقابل روغنی اجناس اور تلوں کا رقبہ زیر کاشت بالترتیب اور بقدر ۳۲ فیصدی اور ۴ فیصدی کم رہا۔ سال گذشتہ کے اصل رقبہ کے مقابلہ میں تلوں اور روغنی اجناس کا رقبہ زیر کاشت بقدر ۳ فی صدی زیادہ ہے بعض ضلعوں میں فصلوں کی تخم ریزی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ گذشتہ سال کے اصل رقبہ کے بالمقابل روغنی اجناس کی فصل ربیع میں سب سے زیادہ اضافہ اضلاع لاہور۔ حصار۔ ملتان۔ شیخوپورہ اٹک۔ فیروزپور اور انبالہ میں ہوا اور سب سے زیادہ تخفیف اضلاع گوڑگانوں۔ میانوالی۔ شاہ پور اور راولپنڈی میں ہوئی۔

استادہ فصلوں کی حالت اوسط درجہ کی ہے۔ تخم ریزی ایسے اوقات پر کی گئی جن پر بالعموم ہوا کرتی ہے۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ الہ آباد نے حکم دیا ہے کہ ۴ جنوری کو سری گوبند سنگھ جی کا جلوس نکلیگا۔ اس لئے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت حکم دیا جاتا ہے کہ ۹ جنوری کو کوئی شخص لاٹھی یا کسی قسم کا اور ہتھیار حرب لیکر نہ نکلے۔

(بندے ماترم)

دہلی ۸ جنوری - وائسرائے اور لیڈی ارون مسوری سے آج صبح دہلی پہنچے۔

(۱۱)

زرخرید جس نے نیلامی میں نیلی بار کالونی پاکپٹن میں زمین خریدی ہو اور وہ دیانتدار اور محنتی مضارعان کو زمین کی کاشت کے لئے چاہتا ہو تو وہ بھی ۔ بالمشافہ یا بذریعہ خط وکتابت ہمارے ساتھ انتظام کر سکتا ہے ۔ کیونکہ ہمارے پاس ایسے مضارعان موجود ہیں جو محنت اور دیانتداری سے کاشتکاری کا کام کر سکتے ہیں ۔

۵ ۔ اگر کوئی نیلی بار کالونی پاکپٹن میں نیلامی پر زمین خریدنی چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اسکو وہ اشتہار نیلامی جو دفتر نیلی بار کالونی پاکپٹن یا منٹگمری سے نیلامی سے پیشتر جاری کئے جاتے ہیں اُن کو وقت پر حاصل کریں تو وہ ہم سے خط کے ہمراہ ایک آنہ کا ٹکٹ روانہ کر کے وقت پر اشتہار حاصل کر سکتے ہیں

خاکسار پادری تکول امریکن مشن پاکپٹن

اطلاع

طلباء کے لئے نادر موقع

ایک مشن اسکول کے طالب علم نے انگریزی کتاب باسکٹ آف فلاورز کا ترجمہ سلیس اُردو میں کیا ہے ۔ جو قابل دید ہے ۔ اس کتاب سے مسیحی خوبیوں اور صداقت و مرتبع انجیل کے موافق صدق کی تعلیم حاصل ہوتی ہے ۔ اس چھوٹی سی کتاب میں جو قصہ جیسیں روڈو اور اُس کی اکلوتی بیٹی مریم کی ۔ راستبازی اور پرہیزگاری کا بیان کیا ہے ۔ وہ نہایت پُر اثر اور نصیحت آمیز ہے ۔ اس سے خدا ترسی کا بہترین سبق حاصل ہوتا ہے ۔ اور عورتوں کی عادتیں سدھرتی ہیں ۔ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کو پڑھنا چاہیے جنمیں سی جان کر وہ درس دیئے گئے ہیں جنکی سرخیاں باغ کے پھول ہیں ۔ اصل تو یوں ہے کہ ہر فصل میں ایسے درس موجود ہیں قیمت صرف ۲/ مجلد ۳/ علاوہ محصولڈاک ۔ کتاب ملنے کا پتہ ۔ پادری صاحب ای ۔ ایم بخش نجیب آباد ضلع بجنور ۔ یو ۔ پی ۔

غزل

جناب شفا کے قلم سے

موجود تھا تو قلب میں آنکھوں سے چھپا تھا
اب مجھ پہ یہ روشن ہوا پہلے نہ پتا تھا

وہ کون تھا جز تیرے جو نبیوں سے سوا تھا
طالب تھے ملک جس کے تو مشتاق خدا تھا

بےہوش ہوئے حضرت موسیٰ بھی ملک بھی
جب یار کا پردہ رُخِ انور سے اُٹھا تھا

سب آپ پر روشن ہے شہا کچھ نہیں مخفی
کیا عرض کروں حال جو فرقت میں مرا تھا

بےہوش کیا عشق نے تیرے مجھے ایسا
معلوم نہیں مجھکو کہ میں کون تھا کیا تھا

طاقت تھی کہاں اس میں ہمیں کرتا ہدایت
پولوس کی صورت میں تو ہی بول رہا تھا

کچھ شک نہیں اس میں ہے مجھے اے مرے عیسیٰ
نزدیک تھا تو جسکے اُسے قرب خدا تھا

کیا نور ہے اس روز سے یہ ظلمتِ فرقت
جب آپ کا گیسو رُخِ انور سے ہٹا تھا

اے شاہِ مکرم یہ نوشتہ تھا ازل سے
واسطے ترا ہونا مرا منظور خدا تھا

گلشن میں ہیں جو شہ کے گر رُخ سے پسینہ
وہ مشک سے عنبر سے بھی خوشبو میں سوا تھا

اک دم میں نکالا تھا مرے شاہ نے آکر
کانٹا مرے دل میں جو گناہوں کا چبھا تھا

گھبرایا تھا جب گرمی مرقد سے مرا دل
پنکھا مری میت پہ فرشتوں نے جھلا تھا

میرے ہی لئے شاہ نے سہا بارِ صلیبی
میں مجرم عصیاں تھا میں ہی اہل خطا تھا

کیوں جاتی نہ جنت میں بھلے روک رکاوٹ
جب حامیِ اُمت وہ شہ ہر دو سرا تھا

دنیا کی ہدایت کے لئے آیا وہ لیکن
حق اس سے جدا اور نہ وہ حق سے جدا تھا

شہ نے کیا پار اُسکو شفا لطف و کرم سے
بیڑا مرا عصیاں کے بھنور میں جو پھنسا تھا

نئے سال کا نادر تحفہ

میرے پاس مسیحی مذہب کی چند کتابیں آگئی ہیں ۔ جیسے پادری عماد الدین صاحب مرحوم کی تفسیر اناجیل اربعہ مجلد اُردو قرنتیوں و فلپیوں کی تفسیریں یہ بھی اردو میں ۔ تواریخ کلیسیا سودمن ۔ مخزن علم آہی گیٹ کی کتاب وغیرہ وغیرہ جو مناسب قیمت پر فروخت کر دی جاوینگی جن صاحبان کو درکار ہوں اپنا پتہ صاف لکھکر منگالیں اگر کچھ دریافت کرنا ہو تو پوچھیگا ۔ میں جواب دونگی ۔

لیڈی ڈاکٹر ۔ بہار شریف
ضلع پٹنہ

اگر تمام دنیا کی ریلوے لائن ایک ساتھ جوڑ دی جائیں تو وہ چاند تک پہنچکر ۲۰۶۳۶۷۷ میل آگے نکلجائیگی ۔

سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی

ایک امیر البحر نے دریافت کیا ہے کہ جاپانی دار السلطنت ٹوکیو سے ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق کی طرف سمندر تمام دنیا سے زیادہ گہرا ہے ۔ یہاں اس کی گہرائی ۳۲ ہزار ۶ سو ۴۶ فٹ ہے ۔ یعنی دنیا کی بلند ترین پہاڑی چوٹی ایورسٹ سے تقریباً ۳ ہزار فٹ زیادہ ۔ (رشید ے اترم)

لالٹین مچھلی

جنوبی امریکہ کے سمندروں میں ایک چھوٹی مچھلی دریافت ہوئی ہے جو بہت گہرائی میں رہتی ہے ۔ اس مچھلی کے منہ کے پاس ایک ابھرا ہوا حصہ ہوتا ہے جس میں سے نہایت تیز روشنی نکلتی ہے ۔ یہ روشنی چاند کی طرح بالکل ٹھنڈی اور صاف ہوتی ہے ۔ ان مچھلیوں کو لالٹین مچھلی کا نام دیا گیا ہے ۔ انکی صورتیں اور قسمیں مختلف ہیں ۔ لیکن روشنی کے لحاظ سے یہ سب ایک ہیں ۔

سائنٹیفک اصطلاح میں ان کے روشن مقام کو "فوٹو فورس" (روشنی بردار) کہا جاتا ہے

(رشید ے اترم)

تصحیح

نور افشاں ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱ ۔ تضمین اخر الشعرا شیریں سخن شفا کا پانچواں مصرع یوں پڑھنا چاہیے ۔

جس گھڑی زینت دہ ارض وسما پیدا ہُوا

اور اا ویں بند کا پانچواں مصرع یوں ہے ۔

خوش ہو خوش ہو آج وہ مشکل کشا پیدا ہُوا

شفا بریلوی

مقدمہ رنگیلا رسول ۔ ۳ جنوری کو وکلاء کی بحث ہوئی اور مقدمہ کے فیصلہ کے لئے ۱۸ جنوری تاریخ مقرر ہوئی ہے ۔

پنجاب کرسچن کانفرنس کا سالانہ اجلاس

امسال گوجرانوالہ میں ۲۸ تا ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء منعقد ہوگا۔ کھانے۔ رہائش اور جلسوں کا انتظام شفا خانہ امراض چشم گوجرانوالہ کے احاطہ میں متصل مشن کمپونڈ گوجرانوالہ ہوگا۔ کھانا عمدہ اور بازار کے نرخ پر مہیا کیا جائیگا۔ رہائش وغیرہ کے لئے ۲ روپے فی کس سوایم کے لئے دینا ہوگا۔ ۲۸ تاریخ ۲ بجے بعد دوپہر پروسیشن ریلوے سٹیشن سے شروع ہوکر شہر میں سے ہوتا ہوا مقام جلسہ تک پہنچیگا۔ جہاں سب مسیحی دوستوں اور مہمانوں کی خاطر چاہ وغیرہ سے کی جائیگی جس کے بعد کانفرنس کی افتتاحی رسم ادا ہوگی۔ ۲۸ کی رات اور ۲۹ کا تمام دن کارروائی کے لئے ہونگے۔ جن میں ترقی جماعت کے اہم اصولوں پر غور کیا جائیگا۔ اور تجاویز سوچی جائینگی۔ ہفتہ کی رات کانفرنس کے لئے ڈرامہ کا انتظام ہوگا۔ جس کا ٹکٹ ۸ آنہ فی کس ہوگا۔ اتوار کو شرکائے کانفرنس اور گوجرانوالہ کی کانگریگیشن کی متحدہ عبادتیں اور رسم عشائے ربانی جلسہ گاہ کانفرنس میں ہونگی۔

امید کی جاتی ہے کہ نہ صرف تمام ممبران کانفرنس بلکہ تمام مسیحیان پنجاب اس میں حاضر ہوکر اور حصہ لیکر نہ صرف کانفرنس کو رونق بخشینگے۔ بلکہ اس کو کامیاب بنانے میں مدد دینگے۔ ہماری قومی ترقی کا انحصار اتحاد پر ہے تفرقہ اور خود غرضیاں قوم کو کافی برباد کر چکی ہیں۔ اب وقت ہے کہ خواب غفلت سے جاگیں۔ اور زمانہ حال کی رفتار کے ساتھ ساتھ قدم ماریں۔ تمام اصحاب جو اس کانفرنس میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ برائے نوازش اپنی آمد کی خبر بند ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء تک دیدیں۔ تاکہ ان کے استقبال رہائش وغیرہ کا مناسب اور عمدہ انتظام کیا جاسکے۔

المشتہر

ڈاکٹر ای چارلس شفا خانہ امراض چشم گوجرانوالہ۔

روپڑ ضلع انبالہ میں ایک کوآپریٹو سنٹرل بنک کے جاری کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اشتہار کتب

آئینہ زندگی۔ اس سوال کا جواب کہ آیا آواگون یا ابدی زندگی ہے؟ از پادری جی۔ ایل ٹھاکر داس صاحب صفحہ ۶۸ - ۲ر

وید قرآن اور بائبل کی دعائیں۔ مصنفہ پادری سلطان محمد خان صاحب۔ اس میں تینوں مذہبوں کی مقدس کتابوں کی ۵۹، ۵۹ دعائیں اُن کے مستند اردو ترجمہ کے الفاظ میں ایک دوسری کے مقابل درج کر کے مذہبی تحقیقات کے شائقین پر روشن کردیا ہے کہ ان میں سے کون سی کتاب الہامی ہوسکتی ہے۔ ایک طویل و مبسوط دیباچہ میں تینوں مذہبوں کے تعلق اور تفارق کو اسی مضمون کے متعلق بعید دلچسپی سے بیان کیا ہے۔ ۲ر

اہل ہنود کے تیوہار۔ از پادری بی ایل رائے۔ ہندوؤں کے تیوہاروں کے بواعث۔ خصوصیتیں اور نتائج کا عمدہ تذکرہ ہے صفحہ ۴۲ - ۶ پائی۔

انادی اشیا۔ از پادری امر سدھو صاحب مرحوم ثابت کیا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی دوسری شے ازلی اور غیر مخلوق نہیں ہے۔ آریہ سماج کے رد میں لکھا ہے صفحہ ۳۲ - ۲ر

الطریقت۔ مصنفہ پادری جے ٹیکل صاحب۔ مسلمانوں کے تصوف کی تاریخ و حقیقت پر بحث اور حقیقی تصوف کی تشریح صفحہ ۹۴ - ۴ر

راحت افزا۔ اردو کی غزلوں۔ گیتوں۔ ٹمپرنس نظموں اور عبادتی حمد و نعت کا مجموعہ۔ پانچویں بار طبع ہوا۔ صفحہ ۳۲ - ۱ر

آسمان کی بادشاہت۔ از پادری اے۔ ای ڈے صاحب صفحہ ۵۰ - ۲ر

اثمار شیریں۔ مسیحی مذہب کی صداقت اور اسلامی حملوں کی تردید ناول کے پیرایہ میں۔ صفحہ ۲۹۶ - ۲ر

الفریڈ اعظم۔ انگلستان کے ایک مشہور بادشاہ کی زندگی کے حالات مع تصویر صفحہ ۵۰ - ۲ر

سکریٹری پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

یونائٹڈ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔ مشن نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اور چار خواتین اُنکی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے۔ شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات ۱۲ر ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام چالیس فی صدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جنرکشا ۱۱۰ سے ۱۸۰ تک گردوقول [illegible] سے [illegible] تک۔

مزید حالات پرنسپل و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

تین بیماریوں کی حکمی دوائیں

(۱) دمہ خشک ہو یا تر یا پرانا مجرب اور خطرطیہ دوا ہے۔ دو ہی خوراک کے کھانے سے چند گھنٹوں کے اندر سانس کی ساری تکلیف دور ہوکر آدمی تندرست ہوجاتا ہے۔ قیمت عـہ۔

(۲) ہر قسم کی کمزوری دور کرنے میں لاثانی اور مجرب دوا ہے۔ خواہ کیسی ہی کمزوری ہو قیمت فی شیشی عـہ

(۳) اس کے استعمال سے روزانہ تپ۔ چوتھیہ تجار پہلے ہی دن رک جاتا ہے۔ ورنہ دوسرے دن ضرور ہی بفضل خدا رک جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲ر محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

المشتہر

ڈاکٹر ای۔ این اوڈیڈایہ۔

خورجہ۔ ضلع بلند شہر

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مہتمم نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوانچند صاحب پروپرائٹر کے چھپا +